لمحۂ محبت

صدف آصف

لمحۂ محبت

محترمہ معراج رسول

السلام علیکم

یہ سرگزشت میری واقف کار رافیعہ کی ہے جو اب پاکستان سے ہزاروں میل دور جا بسی ہے لیکن اس کی ایک غلطی نے اس کی زندگی کو کس طرح تباہ و برباد کیا یہ دوسری لڑکیوں کے لیے سبق ہے۔ اسی وجہ سے میں... اس کی زندگی کو احاطہ تحریر میں لائی ہوں۔ اُمید ہے یہ سرگزشت تمام قارئین کو پسند آئے گی۔

صدف آصف
(کراچی)

اس نے جہاز کی کھڑکی سے باہر جھانکا، تو یوں لگا جیسے وہ تتلی بن کر فضاؤں میں اڑ رہی ہو۔ برف جیسے بادلوں کو چھونے کے لیے دل للچایا، اچانک سپیدروئی کے گالوں سے آنکھ مچولی کھیلتی ہوئی سنہری شعاع ناک کی لونگ سے ٹکرائی، اوراس کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی۔

یہ رافعہ کا پہلا طویل فضائی سفر تھا۔ وہ شادی کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ یوکے جارہی تھی، اسی لیے شاید اتنی ایکسائٹمنٹ ہورہی تھی۔ انگلیوں سے گردن پر دباؤ ڈالنے کے

بعد وہ آرام دہ سیٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، وہ دلچسپی سے مسافروں کی حرکات وسکنات کا جائزہ لینے لگی۔ کوئی سو رہا تھا، کوئی کانوں پر ہیڈ فون چڑھائے بیٹھا تھا، کسی کے ہاتھ میں انگلش میگزین تھا اور کوئی آدم بیزار سا آنکھیں موندے پڑا تھا، رافعہ کو طیارے کے اندر کا خنک ماحول کافی پرسکون لگا۔ سب اپنے آپ میں مگن تھے۔ کسی کو کسی کی کوئی فکر نہیں تھی۔

رافعہ شوہر سے ضد کر کے کھڑکی کی سائیڈ والی نشست پر بیٹھی تھی۔ فریڈ اس کی بچکانہ سی خوشی پر مسکرا دیا اور بغیر کسی وقت کے خواہش پوری کر دی۔

''آہم۔ آہم۔'' وہ سوتے میں کنکھارا تو رافعہ نے مڑ کر محبت سے شوہر کو تکتے ہوئے ہاتھ سے اخبار لے لیا جو نیچے گر رہا تھا۔

رافعہ کی نگاہوں نے مزے سے اس کا جائزہ لیا۔ گورا رنگ، متناسب قد وقامت، گھنگریالے بال جن میں کہیں کہیں سفید چاندی چھلک رہی تھی۔ نیلی آنکھیں جن پر اس وقت نیند کا خمار طاری تھا۔

''بس۔ آنکھوں کے نیچے پڑنے والی لکیریں اور بالوں میں اُمڈتی چاندنی بڑھتی عمر کی چغلی کھاتی ہے۔ ورنہ صاحب نے خود کو بہت فٹ رکھا ہوا ہے۔'' ایک پیاری سی مسکراہٹ رافعہ کے ہونٹوں کو چھو گئی۔

وہ جو شادی کے نام سے بھی خوف کھاتی تھی، فریڈ کی رفاقت میں مطمئن ہو گئی، وہ خاصے سلجھے ہوئے انسان تھے، رافعہ خود بھی شادی کے بعد سے بہت محتاط رہی۔ تلخ زندگی نے اسے سمجھوتوں کے بہت سارے نئے سبق پڑھا دیے۔

فریڈ شادی کے بعد اسے پاکستان چھوڑ کر اپنی جاب پر واپس لندن چلا گیا تو خاندان والوں نے خوب باتیں بنائیں، کچھ نے تو برملا کہہ دیا کہ لڑکا اب وہاں سے پروانۂ آزادی ہی بھیجے گا، مگر سب کی اُمیدوں کے برعکس۔ اس نے وہاں جاتے ہی رافعہ کے کاغذات جمع کرائے اور ایک سال بعد جب اسے اپنے ساتھ لے جانے آیا تو اس کی آنکھیں خوشی سے بھیگ گئیں۔

رافعہ کے چھوٹے بھائی اور بھاوج نے ان کٹھن دنوں میں اس کا بہت ساتھ دیا۔

''فریڈ۔ آپ میری زندگی کے وہ لمحۂ محبت ہیں، جس نے خزاں کو بہار کا روپ دیا۔'' رافعہ نے پیار لٹاتی نگاہیں فریڈ پر ڈالیں۔

خیالات کی رو بھٹکنے لگی، ماضی حال پر حاوی ہوا تو اس کا روشن چہرہ بجھنے لگا۔ اچھی اور بری یادوں کا ایک ریلا سا آیا اور وہ اس میں بہتی دور نکل گئی۔

☆☆☆

''میں نے ایک بار کہہ دیا، مجھے کھانا نہیں کھانا پھر۔ آپ کیوں پیچھے پڑی ہوئی ہیں؟'' رافعہ نے غصے میں کرسی سرکائی تو ٹیبل کے کونے پر رکھے شیشے کے پیالے سے ہاتھ ٹکرایا۔ چھنا کا ہوا۔ کانچ کرچی کرچی ہو کر ڈائننگ ہال کے کارپٹ پر بکھر گیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔ تم گھر کی کماؤ پوت نہیں ہو، جو ذرا ذرا سی بات پر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہو؟'' ثمینہ کا بی پی ہائی ہونے لگا۔

''میں نے چائنیز کی فرمائش کی تھی پھر کیوں نہیں بنوایا؟'' اس نے ماں کی نہیں سنی، اپنی سنائی اور وہاں موجود کسی کی جانب دیکھے بغیر پیر پٹختی باہر نکل گئی۔

''یا اللہ۔ اس لڑکی کے حال پر رحم فرما دے'' ثمینہ نے منہ اوپر اٹھا کر دونوں ہاتھ پھیلائے۔

''آپ لوگوں نے شروع سے بجو کی ہر بات مان کر انہیں سر پر بٹھا لیا ہے۔ اب وہ کسی کی سننے والی نہیں۔'' حسان علی نے ہمدردی کی جگہ طعنہ دیا جو ٹھک سے جا کر ماں کے کلیجے پر لگا۔

''واہ بیٹا واہ، شاباش ہے تم پر۔ ماں سے ہمدردی کرنے کی جگہ الٹا۔ باتیں سنا رہے ہو۔'' ثمینہ نے بیٹے کو دکھ سے دیکھا اور دوپٹے کے پلو میں آنسو جذب کرنے کے بعد ٹوٹے کانچ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

''امی پلیز، چھوڑ دیں۔ ہاتھ نہ کٹ جائے اور میں طعنے نہیں دے رہا حقیقت بتا رہا ہوں۔'' حسان نے ماں کو کاندھے سے تھام کر اٹھایا اور کرسی پر بٹھاتے ہوئے رسانیت سے سمجھایا۔ ثمینہ منہ سجائے بیٹھ گئیں۔ سامیہ کو بڑی بہن کی حرکت پر شدید غصہ آیا مگر وہ ہمیشہ کی طرح پی گئی۔

''سامیہ۔ مائی کو بلواؤ۔ وہ کمرا صاف کر دے گی۔'' حسان نے چھوٹی بہن کو اشارہ کیا تو وہ فوراً اٹھ کر باہر نکل گئی۔ ایک فرد کی وجہ سے اچھا خاصا ماحول کشیدہ ہو گیا۔

''کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا کروں؟ مزاج دن بہ دن سوا نیزے پر پہنچ رہا ہے۔ سمجھاؤ تو ہر بات کا الٹ مطلب نکالتی ہے۔'' ثمینہ نے بیٹے کے سامنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔

''ویسے۔ آج کون سی بات شاہانہ مزاج کو ناگوار خاطر گزری؟'' حسان نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

''کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ کل چائیز کی فرمائش کی تو میں نے کہا بنوا دوں گی۔ اتفاق سے آج سامیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ کھانا پکانے والی بوا بھی دو دنوں سے چھٹی پر ہے۔ اب مجھ اکیلی جان میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ ڈھیر ساری سبزیاں کاٹوں اور چائنیز رائس بناؤں، اسی لیے سادے دال چاول بنالیے، فریج میں کباب رکھے تھے، وہ فرائی کردیئے پر مہارانی کو کچھ پسند ہی نہیں آتا۔ ناراض ہوکر کھانا چھوڑ دیا۔'' ثمینہ نے تفصیل بتائی۔ اسی دوران مائی نے گلاس کے ٹکڑے اٹھا کر کارپٹ صاف کردیا۔

''آپ کی غلطی یہ ہے کہ آپ نے کھانا پکایا۔ بجو سے کچن سنبھالنے کا کہتیں یا پھر بازار سے منگوا کر کچھ رکھ دیتیں، تب ہی ان کے دماغ ٹھکانے آتے۔'' وہ بلبلا کر بولا۔ سامیہ جو ٹیبل صاف کررہی تھی بھائی کی صاف گوئی پر مسکرادی۔

''اچھا چھوڑ، تمہاری بڑی بہن ہے۔ ایسی باتیں نہیں کرتے۔'' انہوں نے بیٹے کو تنبیہ کی۔ ثمینہ رافعہ کو خود کچھ بھی کہہ سن لیں مگر کسی اور کو کہنے نہیں دیتیں۔

وہ ہمیشہ ایسے ہی بڑی بیٹی کی سائیڈ لیتیں۔ رافعہ کو والدین کی بے جا حمایت حاصل تھی، اسی وجہ سے وہ خود کو بہت اہم سمجھنے لگی تھی۔ اب تو یہ حال ہو چکا تھا کہ اگر منہ نکلی بات پوری نہ کی جائے تو وہ بپھر جاتی۔

''جی وہ بڑی ہیں تو سامیہ چھوٹی۔ اس گھر میں سب کے ساتھ جو زیادتی ہوتی ہے، اس پر میرا دل دکھتا ہے۔'' حسان نے سامیہ کو اپنے ساتھ لگایا، جو اس بحث مباحثہ پر اداس چہرہ بنائے بیٹھی تھی۔

''لڑکے، تم تو ایسے کہہ رہے ہو جیسے سامیہ میری بیٹی نہیں اور میں اس کی ماں نہیں دشمن ہوں۔ اور یہ بتاؤ کیا رافعہ تمہاری کچھ نہیں لگتی ہے؟'' ثمینہ کا غصہ کم ہو چکا تھا، بڑی کے خلاف بیٹے کا بولنا اب ان کی برداشت سے باہر ہوگیا۔

''یہی تو سمجھا رہا ہوں۔ بجو بھی میری بہن ہیں مگر وہ جتنی ضدی ہوتی جارہی ہیں۔ کل کو ان کے ساتھ کچھ برا ہوا تو۔ یہ بات میرے لیے ناقابل برداشت ہوگی۔'' حسان کی پُر سوچ نگاہیں ماں پر ٹک گئیں۔ ثمینہ کا دل ہولا۔

''اللہ۔ نہ کرے کہ میری اولادوں کے ساتھ کچھ برا ہو۔ میرے مالک۔ اس گھر پر اپنی رحمتوں کا سایہ برقرار رکھنا۔'' وہ بے چین ہو اٹھیں۔

''آمین'' حسان اور سامیہ نے بیک وقت کہا۔ اور دونوں ہنس دیے۔ رافعہ کے مقابلے میں حسان کی سامیہ سے بہت بنتی تھی۔

ثمینہ اس ہنسی مذاق میں بچوں کے ساتھ شامل نہیں ہوسکیں۔ سامیہ کی خودسری کی وجہ سے ان کے دل میں ہول اٹھنے لگے تھے۔ وہ ایک ہی انداز میں بیٹھی، خلاؤں میں گھورتی رہیں۔

☆☆☆

علی اصغر اور ثمینہ کی زندگی میں رافعہ اس وقت آئی جب مایوسیوں کے گہرے بادل چھائے ہوئے تھے۔ شادی کے پانچ سال بعد ثمینہ ماں بنی تو علی اصغر دیوانے ہو اٹھے۔ اولاد کے لیے دونوں میاں بیوی نے خوب منتیں مرادیں مانیں۔ قدرت کو جوش آہی گیا اور اتنی پیاری بچی پاکر ان کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ پریوں جیسی بیٹی کا نام رافعہ علی رکھا گیا، وہ ان کے آنگن میں کیا آئی جیسے قسمت کی دیوی علی اصغر پر یک بیک مہربان ہوتی چلی گئی۔ ان کی ٹائلز اور سینیٹری کی چھوٹی سی دکان تھی، تاہم اس فیلڈ میں ان کے پاس کئی سالوں کا تجربہ تھا۔ ایک دوست کے سمجھانے پر انہوں نے کچھ سرمائے اور بینک سے لون لے کر ٹائلز کٹنگ کا اپنا کارخانہ کھول لیا، جس میں انہیں کافی نفع ہوا۔ اس طرح کاروبار بہت تیزی سے پھلنے پھولنے لگا۔

رافعہ کے بعد حسان آیا اور پھر دوسری بیٹی سامیہ پیدا ہوئی، مگر دونوں میاں بیوی کے دل میں جو محبت پہلوٹھی کی لڑکی کے لیے تھی۔ اس کی جگہ باقی دونوں اولادیں نہ لے سکیں۔ رافعہ نے ان کی پانچ سالوں کی پیاسی روح کو سیراب کردیا اور اپنی مسلم جگہ بنا بیٹھی۔

علی اصغر نے بیٹی کو اتنے نازنخروں سے پالا کہ فرمائش منہ سے نکلنے سے قبل پوری کردی جاتی، پھر اس کا دماغ کیوں خراب نہ ہوتا۔

رافعہ کو ہوش سنبھالتے ہی گھر میں اپنی حیثیت کا احساس ہوگیا۔ وہ بادلوں میں تیرنے لگی۔ پھر جوان ہونے کے بعد بھی زمین پر پاؤں نہیں دھرے۔

لاڈ و پیار کی بہتات نے اس میں برداشت کی کمی کردی وہ بڑی اولاد ہونے کے باوجود چھوٹی بنی رہتی۔ آئے دن کچھ نہ کچھ ایسا کرتی جس کی وجہ سے گھر والے ذہنی کوفت کا شکار ہو جاتے۔ بڑے ہونے پر اس نے گھریلو کاموں سے کوئی دلچسپی

نہیں لی۔ وہ کافی حد تک خود غرض ہوگئی، بعض اوقات وہ اپنی چھوٹی بہن بھائی کی حق تلفی کرنے سے بھی نہ چوکتی۔ سامیہ تو چپ ہو جاتی مگر حسان خوب سناتا، اسی لیے ان دونوں کی بالکل نہیں بنتی۔

رافعہ میں ایک اچھی بات تعلیم سے اس کا جنون کی حد تک لگاؤ تھا۔ وہ شروع سے پوزیشن ہولڈر رہی، اس کی دلکش آنکھوں میں ڈاکٹر بننے کا سپنا سجا ہوا تھا۔ وہ نہ صرف خوب دل لگا کر پڑھتی، بلکہ گھر والوں پر اپنی تعلیم کا رعب جماتی، یوں اسے کام میں سہولت مل جاتی۔ علی اصغر کو بیٹی کا منہ بسورنا برداشت نہیں ہوتا۔ وہ ہر معاملے میں رافعہ کی بے جا حمایت کرتے۔

اس کے مقابلے میں چھوٹی سامیہ نے بچپن سے ہی حساس طبیعت پائی۔ اس نے کم عمری سے ہی ذمہ داریاں اپنے نازک کاندھوں پر اٹھالیں حسان کو دونوں بہنوں سے محبت تھی پر گھر میں ہونے والی یہ ناانصافی اسے بہت بری لگتی۔ وہ اس بات کو ناجائز سمجھتا کہ ایک بہن تو مکمل آرام کرے اور دوسری اتنا زیادہ کام۔ وہ ماں سے لڑتا۔ سامیہ نے باپ بھائی کی ضرورتوں کا اتنا زیادہ خیال رکھا کہ وہ خود بخود، ان سب کی اہم ضرورت بن گئی۔ اب ہر کام کے لیے اس کی پکار مچتی تو اس بات پر بھی رافعہ کا منہ بن جاتا۔

حسان کے آواز اٹھانے پر ثمینہ نے کچن کے کاموں کے لیے بوا رکھ لی تو سامیہ کو بھی سکون ملا۔

☆☆☆

علی اصغر آج کل بہت مصروف رہتے۔ اپنے ٹانکوں کے بزنس کو مزید وسعت دینے کے لیے انہوں نے ایک پرانے دوست کے ساتھ پارٹنر شپ اختیار کی تھی جو کافی فائدے مند ثابت ہوئی۔ اس وقت ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں رہا۔ جب نجیب خان نے اس دیرینہ دوستی کو رشتے داری میں بدلنے کا عندیہ دیا اور اپنے بیٹے قرار کا رشتہ رافعہ کے لیے مانگا۔

''یار۔ میں کیا کہوں۔ تمہارا شکریہ۔ جو تم نے ہم سے رشتے داری جوڑنے کا سوچا۔'' علی اصغر نے دوست کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے گلے لگالیا۔ وہ کیا کہتے کہ بیٹا، رافعہ سے شادی کی ضد لگائے بیٹھا ہے۔

☆☆☆

قرار نجیب نے رافعہ کو ایک بزنس ڈنر میں دیکھا تو دیکھتا رہ گیا، وہ اپنے والدین کے ساتھ شرکت کے لیے آئی ہوئی تھی۔ سفید لباس میں ملبوس لیے دیے سے ایک کونے میں کھڑی وہ پری پیکر اس کے دل میں اترتی چلی گئی۔ نجیب خان اور ان کی اہلیہ بیٹے کے سر پر سہرا سجانے کے لیے بے تاب تھے مگر وہ راضی نہیں ہوتا تھا۔ کوئی لڑکی اس کے دل کو بھاتی ہی نہیں تھی۔

''ہم۔ ایک کی وجہ سے باقیوں کی خوشیوں کا راستہ تو نہیں روک سکتے تھے۔'' نجیب خان نے بیٹے کو ملامت کی۔

''پاپا۔ سب کی شادی کردیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ پر جب تک مجھے اپنی پسند کی لڑکی نہیں ملتی میں شادی نہیں کروں گا۔'' نجیب خان قرار کی ضد سے ہار گئے۔ انہوں نے باقی دونوں بیٹوں اور ایک بیٹی کی شادی کردی۔

قرار خان کے چھوٹے دونوں بھائی ایک ایک بچے کے باپ بن چکے تھے، مگر اس کی نیا ہنوز بیچ منجھدار میں پھنسی تھی۔ قرار ایسے جیون ساتھی کا متلاشی تھا جس پر پہلی نظر ڈالتے ہی وہ عاشق ہو جائے۔ رافعہ کو دیکھتے ہی اس پر کچھ ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی۔

اب جو گھر والے اس کی شادی کی طرف سے مایوس ہونے لگے، تو اس نے اچانک شادی کرنے کا عندیہ دیا۔

''ماں صدقے۔ ماں واری۔ میرے بیٹے کے لیے کوئی کمی تھوڑی ہے۔ بس تیرے راضی ہونے کا انتظار تھا۔'' منورہ نجیب نے اس کی بلائیں لیتے ہوئے کہا۔

''بھائی، چلو۔ اب آپ کو بھی پتا چلے گا کہ زندگی کیسے کیسے امتحان لیتی ہے؟'' چھوٹے بھائی نے اپنی بیوی کو دیکھ کر چھیڑ چھاڑ کی۔

''اوہو۔ مذاق چھوڑ۔'' منورہ نے چھوٹے کو ڈانٹا۔

''بیٹا دیکھنا۔ میں کیسی پیاری دلہن ڈھونڈ کے لاتی ہوں۔'' بڑے جوش سے قرار کو دیکھ کر کہا۔

''میری دلہن۔ رافعہ کے سوا کوئی نہیں بنے گی'' قرار نے چھوٹے بھائی کی گپلو سی بیٹی سے کھیلتے ہوئے ایک شرط رکھ دی، سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، مگر کوئی اعتراض نہیں اٹھایا۔

☆☆☆

نجیب خان خوشی خوشی دوست کے پاس قرار کی رشتے کی بات لے کر پہنچ گئے۔ انہوں نے اتنا اتاؤلا پن دکھایا کہ فوری طور پر منگنی کی تاریخ طے کرنے پر زور دینے لگے۔ دوست کی دوستی اپنی جگہ مگر علی اصغر زمانے کے ریتی رواج کے ساتھ چلنے والے انسان تھے، وہ پہلے بیوی سے بات کرتے، حسان کو بتاتے، اس کے بعد کوئی جواب دے پاتے۔ انہوں نے

دوست سے سوچنے کے لیے وقت مانگا۔ انہیں ذاتی طور پر قرار بہت پسند تھا۔ وہ بیٹی کے الٹے دماغ کے بارے میں بھی اچھی طرح سے جانتے تھے، اس لیے تھوڑا جھجکے، جس پر نجیب کا منہ بھی بنا مگر وہ اپنی جگہ پر مجبور تھے۔

علی اصغر کو یہ رشتہ رافعہ کے لیے یوں بھی مناسب لگا کہ قرار ایک سمجھدار لڑکا تھا۔ وہ شروع سے ہی بہت محنتی تھا، اس نے کم عمری کے باوجود باپ کے کاروبار کو جیسے سنبھالا تھا وہ قابلِ تعریف تھا۔ سیدھا سادہ، ہنس مکھ سا قرار، پیسے کی فراوانی کے باوجود کسی برے فعل میں شریک نہ تھا۔

باپ ہونے کی حیثیت سے انہیں رافعہ کے بچپنے اور ضدی پن کو سنبھالنے کے لیے قرار جیسا سوبر لڑکا موزوں لگا۔

علی اصغر کی دولت اور رافعہ کی کم عمری اور خوبصورتی کی وجہ سے جلد ہی لوگ اسے پسند کر لیتے، مگر رافعہ نے شادی کے لیے جو عجیب و غریب شرط رکھی تھی، اس کی وجہ سے ان کی خاندان میں پہلے ہی کافی جگ ہنسائی ہو چکی تھی۔

"اس لڑکی پر چھوڑ دیا تو سب تباہ ہو جائے گا۔ مجھے رافعہ سے سختی سے نمٹنا پڑے گا۔" علی اصغر کے ماتھے پر پُرسوچ لکیریں ابھریں۔

☆☆☆

"بجو۔ آپ نے شادی کے لیے کیسی شرط لگائی ہے۔ آخر مسئلہ کیا ہے؟" سامیہ پریشان ہو کر بہن سے پوچھتی۔

"بھئی سمی۔ میں تو لڑکے کا انتخاب خود کروں گی۔ لڑکے کو ہمارے یہاں خود چل کر آنا پڑے گا۔" وہ خوشگوار موڈ میں بولی۔

"بجو۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایسا نہیں ہوتا۔" سامیہ نے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے گھورا۔

"تم ٹینشن نہ لو۔ اس بار ایسا ہی ہوگا۔ میں رافعہ علی۔ زمانے کا چلن بدل کر رکھ دوں گی۔" اس نے اٹھلا کر کہا۔

"بجو۔ پلیز۔ کچھ تو سوچیں، لوگ ویسے ہی بہت باتیں بنا رہے ہیں۔" سامیہ نے اسے سمجھانا چاہا۔

"میں لوگوں کی پروا نہیں کرتی۔ تم چھوڑو ساری باتیں اور سنو۔ میں تو کسی شہزادے سے شادی کروں گی۔ جس کا رنگ گورا اور آنکھیں نیلی ہوں۔" رافعہ نے اچھے موڈ میں، بہن کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے گھماتے ہوئے دل کی بات کہہ دی۔

"اللہ۔ میری بہن کے لیے دور دیس سے ایک شہزادہ بھیج دے۔" سامیہ کو گول گول گھومنے سے چکر آیا تو دیوار کا سہارا لیتے ہوئے زور سے دعا مانگی۔

"آمین" رافعہ نے زور سے بول کر منہ پر ہاتھ پھیرا، دونوں بہنیں کھلکھلا اٹھیں۔

☆☆☆

رافعہ نے شادی کے لیے ایک عجیب و غریب شرط رکھ دی۔ وہ لڑکا خود دیکھ کر پسند کرے گی۔ گھر والوں نے اس شرط پر اختلاف کیا تو وہ شادی سے انکار کر بیٹھی مجبوراً ثمینہ رشتے والیوں کو خطیر رقم دے کر لڑکے کو بھی ساتھ بلوانا شروع کر دیا۔

کچھ روشن خیال گھرانوں کو اس شرط پر اتنا خاص اعتراض نہیں ہوتا۔ اماں، بہنیں۔ لڑکے کو بھی ساتھ لے کر آتے، اچھا ہے دونوں ایک دوسرے کو دیکھ لیں۔ تاہم ابھی بھی کچھ ایسے وضعدار خاندان تھے جو لڑکی کی اس شرط کو ماننے سے انکار کر دیتے۔ وہ ایسی بہو گھر لانے کے خواہش مند نہ تھے جو خود سے لڑکے کا انٹرویو کرے۔

ثمینہ نے بیٹی کو زمانے کی ریت کے بارے میں سمجھانے کی بڑی کوشش کی مگر وہ ضد کی پکی نکلی۔ اس معاملے میں اپنی ضد کرتی رہی۔

لڑکا سامنے موجود ہوتا تو وہ اس سے خوب سوال جواب کرتی، پسند نہ آنے پر انکار کر دیتی۔

لڑکے کی ماں، بہنیں اپنے بیٹے یا بھائی کی ایسی درگت پر رافعہ کو باتیں سنانے لگتیں تو وہ بھی خراب لہجے میں لڑکے کے عیب گنوانا شروع کر دیتی۔ ثمینہ سیز فائر کی کوشش میں ہلکان ہو جاتیں۔

حسان ایسے موقع پر گھر سے ہی چلا جاتا۔ اسے بجو کی یہ روش قطعی برداشت نہ ہو پاتی۔ والدین کی وجہ سے اسے خاموشی اختیار کرنی پڑی، ورنہ اس کا بس چلتا تو روز روز کی نوٹنکی بند کروا کر کسی اچھے لڑکے کے ساتھ اپنی بجو کو وداع کر چکا ہوتا۔

ثمینہ کے دل میں خوف خدا تھا۔ انہیں بیٹی کا یہ رویہ بہت برا لگتا۔ پھر اس مسئلے کی وجہ سے رافعہ کی خوب بدنامی ہوئی۔ اس کی جن لوگوں سے منہ ماری ہوتی وہ دوسرے گھروں میں جا کر ایک کی چار لگاتے۔ رشتے کے خواہش مند گھرانے لڑکی کے یہ نرالے ڈھنگ دیکھ کر کان پکڑتے۔ اگر علی اصغر کی پوزیشن اتنی مضبوط نہ ہوتی تو رافعہ کا تنا ایک پل نہ چل پاتا۔

☆☆☆

"رافعہ تم یہ کر کیا رہی ہو؟ اپنی زندگی سے ایسا کھلواڑ کوئی بے وقوف لڑکی ہی کر سکتی ہے۔" ثمینہ نے ایک دن بیٹی کو

بٹھا کر سمجھانا چاہا۔

"امی، میں نے کیا کیا؟" اس نے بھولی سی شکل بنا کر پوچھا۔

"یوں۔ گھر آئے مہمانوں کی بے عزتی کرنا۔ لڑکوں سے ایسے پیش آنا۔ کوئی اچھی بات نہیں۔" ثمینہ نے بیٹی کو جھڑکی دی۔

"ایک بات تو بتائیں؟ جب یہ لڑکے والے گھر گھر جا کر ناشتا پانی اڑا کر بیچاری لڑکیوں کو ریجیکٹ کرتے ہیں تو ان پر اخلاقیات کا کوئی قانون لاگو نہیں ہوتا؟ اگر میں نے ایسا کرلیا تو بری بن گئی۔" رافعہ ماں کی جھاڑ پر اپنا راگ الاپتی۔

"بیٹا، اگر ایک فریق غلط کرتا ہے تو کیا تم بھی ویسی ہی روش اختیار کرو گی؟" ثمینہ نے منہ کھول کر اسے دیکھا۔

"امی پلیز۔ میں ایسے لوگوں کی نفسیات کو اچھی طرح سے جان گئی ہوں۔ اپنا کالا پیلا لڑکا بھی چاند بنا کر پیش کرتی ہیں اور دوسرے کی لڑکی کو انچ ٹیپ سے ناپ ناپ کر پسند کرتی ہیں، کہیں ذرا سی بھی کسر نہ رہ جائے۔" رافعہ کے اندر کم عمری کا جذباتی پن چھلک اٹھا۔

"توبہ میرے مالک۔ اس لڑکی کو کیسے سمجھاؤں۔ اچھا ایک بات یاد رکھنا۔ ہمارے معاشرے میں مرد کی بڑی سی بڑی غلطی کی بھی کوئی پکڑ نہیں مگر عورت کی حرمت ایک ایسی سفید چادر کی طرح ہے جس پر کوئی داغ لگ جائے تو سات سمندر کے پانی بھی اسے صاف نہیں کرسکتے۔" ثمینہ نے اپنے خاندان کی بڑی بوڑھیوں کی مثال ڈھونڈ کر نکالی۔ مگر اس پر کیا اثر ہوتا، وہ کاندھے اچکا کر باہر نکل گئی۔

☆☆☆

رافعہ کو اپنے حسن اور قابلیت پر بہت ناز تھا، اس کا خیال تھا کہ اسے ہمیشہ ایسے ہی چاہا جائے گا۔ وہ آنے والے وقت سے انجان بنی، آئینہ دیکھ دیکھ کر اپنی خوبصورتی کو خراج پیش کرتی۔

اب تو وچولن خالہ بھی لڑکے والوں کو یہاں لاتے ہوئے گھبرانے لگی، رافعہ کی بدسلوکی کا خمیازہ اسے یوں بھگتنا پڑا کہ کئی لوگوں نے اس کا خرچا پانی بند کردیا، جس پر اس کا گزارہ تھا۔ ثمینہ ان حالات سے بیمار رہنے لگی۔ بیٹی کے بارے میں سوچ سوچ کر ان کی شوگر ہائی ہوجاتی۔ وہ ڈرتیں کہ کہیں بیٹی کو ایسی ٹھوکر نہ لگ جائے کہ اس کا غرور اور طنطنہ دھرا کا دھرا رہ جائے۔

آخر ایک دن وہ شوہر کا ہاتھ تھام کر بری طرح سے رو دیں۔ سامیہ کو گھر کے حالات اور بڑی بہن کی ضد سے ہول اٹھتے، حسان الگ غصے میں بہن کو سمجھاتا مگر سب بے کار۔

ان حالات میں علی اصغر بھی پریشان رہنے لگے۔ رافعہ کو بٹھا کر سمجھایا بھی، وہ باپ کی بات پر بیٹھی سر ہلاتی رہی مگر کرتی اپنے دل کی۔ ایسے میں قرار کا رشتہ نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا۔

☆☆☆

علی اصغر نے قرار کے معاملے پر خوب سوچا اور گھر میں بات کرنے سے قبل تنہائی میں قرار سے ایک ملاقات کی خواہش کی۔

"لو جی۔ اب تو یہ تمہارا بیٹا بھی ہے۔ اجازت کی کیا ضرورت ہے، جب دل چاہے ملاقات کرلو؟" نجیب خان نے مسکرا کر دوست کے کاندھے پر ہاتھ مارا۔

"اگر آج ہی یہ کام ہوجائے تو" علی اصغر نے جھجک کر دوست کی طرف دیکھا۔ اب معاملہ کچھ اور ہوچکا تھا۔

"ہاں، کیوں نہیں۔" نجیب نے ہامی بھری۔ بیٹے کو کال کرکے بلایا اور کیبن سے باہر چلے گئے، تاکہ دونوں آرام سے بات کرلیں۔

وہ ایک دوسرے کی جانب متوجہ ہوئے، تھوڑی ملکی سیاست اور بزنس پر گفتگو ہوئی۔ چپراسی نے چائے لا کر رکھی، اس کے بعد علی اصغر نے کچھ محتاط اور قدرے ہلکے پھلکے انداز میں قرار کو بیٹی کی بچگانہ طبیعت کے بارے میں بتایا۔

"انکل، آپ اتنا پریشان کیوں ہورہے ہیں؟ یہ کوئی عیب تھوڑی ہے، تسلی رکھیں۔ شادی کے بعد سب ٹھیک ہوجائے گا۔" قرار کے جواب پر ان کے اندر سکون پھیل گیا۔

قرار تو اس وقت رافعہ کی خوبصورتی کے سحر میں گرفتار تھا۔ اسی لیے وہ ساری باتوں پر خوش دلی سے سر ہلاتا رہا۔ علی اصغر اس طویل ملاقات کے بعد بہت مطمئن اور خوش خوش گھر لوٹے مگر انہیں یہ خبر نہیں تھی کہ آگے قسمت ایسا کھیل کھیلنے والی ہے جو ان کے خاندان کی بنیادیں ہلا دے گا۔ پتا ہوتا تو شاید بات یہیں ختم کرکے اٹھتے۔

☆☆☆

"کیا۔ کیا میں اس انکل سے شادی کروں گی؟" رافعہ نے جیسے ہی قرار کا نام سنا بھنا اٹھی۔ والدین کا بھی لحاظ نہ کیا۔

"رافعہ۔ ہوش کے ناخن لو۔" ثمینہ نے بیٹی کو دانت کچکچا کر دیکھا۔

"بیٹا، قرار اچھا لڑکا ہے، تم اس کے ساتھ خوش رہو

گی۔'' علی اصغر نے غصے پر قابو پاتے ہوئے نرمی سے کہا تو وہ مزید شیر ہوگئی۔

''سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔شکل دیکھی ہے۔ کالا، گنجا۔ آپ لوگوں کو ہو کیا گیا ہے؟'' رافعہ نے صاف انکار کردیا، جس پر گھر میں نیا ہنگامہ کھڑا ہوگیا۔

''ہم نے تمہیں ایک سال تک مرضی کرنے دی۔ کبھی کسی بات پر اعتراض نہیں کیا۔ کتنے لڑکے دکھائے گئے مگر تم نے انکار کردیا۔'' علی اصغر جرح پر اتر آئے۔

''پاپا۔اس کا مطلب یہ تو نہیں۔'' رافعہ نے بلبلا کر کہنا چاہا مگر علی اصغر نے اس کی بات کاٹ دی۔

''تمہاری بہت سن لی گئی ہے۔اب تم چپ ہوکر میری سنو، قرار بہت سمجھدار اور اچھا لڑکا ہے۔ ویسے بھی تمہاری ہاؤس جاب شروع ہوگئی ہے۔ میں اس سال تمہارے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں، تم ہماری اکیلی اولاد نہیں ہو۔تمہارے بعد مجھے سامیہ کی شادی بھی کرنی ہے۔'' علی اصغر نے ہاتھ اٹھا کر سخت لہجے میں بات ختم کردی۔

''بجو، پاپا ٹھیک کہہ رہے ہیں'' حسان باپ کے برابر میں کھڑا تھا فوراً بولا مگر رافعہ نے اسے کھا جانے والی نگاہوں سے گھورا۔

''سب سن لیں، مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔'' وہ صاف انکار کرنے لگی۔

''تمہارا بہت دماغ خراب ہو چکا ہے۔ایک سامیہ بھی تو اسی گھر کی ہے۔ مجال ہے جو ہمیں کبھی اس کی وجہ سے پریشانی اٹھانی پڑی ہو۔'' علی اصغر نے اس کی بات پر غصہ دکھایا۔

''ایسا کریں، آپ لوگ پہلے سامیہ کی ہی شادی کردیں۔'' رافعہ کا ضدی لہجہ اور بدمزاجی عود آئی۔ اسے باپ کا چھوٹی بہن کی مثال دینا بہت برا لگا۔

''خاموش ہوجاؤ۔ ہمارے خاندان کی لڑکیاں شادی کے مسئلے پر اتنا نہیں بولتیں، جتنا تم بول رہی ہو۔شاید ہمارے بے جا لاڈ و پیار کا نتیجہ ہے جو یہ دن دیکھنا پڑ رہا ہے۔'' علی اصغر ... زندگی میں پہلی بار رافعہ پر چیخے، وہ ایک دم خوف زدہ رہ گئی۔

''قرار سونے کا بھی بن کر آجائے میں یہ شادی نہیں کروں گی۔'' وہ بہتے آنسو پونچھ کر اٹل لہجے میں بولی۔

''خاموش ہوجاؤ۔ اس گھر کا سربراہ میں ہوں۔ تم نہیں کہ تمہارے فیصلے مانے جائیں۔اب ایک لفظ بھی منہ سے نکلا تو میں کسی کا لحاظ نہیں کروں گا۔'' وہ فیصلہ کن انداز میں بولے اور سامنے پڑی میز کو پاؤں سے ٹھوکر مار کر باہر نکل گئے۔

علی اصغر کو آج احساس ہوا کہ ان کے پیار اور غلط حمایت نے بیٹی کا دماغ خراب کر کے رکھ دیا، اس کے اندر کا توازن بگڑ گیا ہے۔

''اب رافعہ کی بھلائی کے لیے سختی ناگزیر ہوگئی ہے'' علی اصغر کے سینے میں یہ سب سوچتے ہوئے درد سا اٹھا۔ وہ اپنے مؤقف پر سختی سے ڈٹ گئے۔ یہی ان کی بھول تھی۔ معاملہ سلجھنے کی جگہ الجھتا چلا گیا۔

☆☆☆

''کیا اب دنیا میں میرے لیے یہی ایک نمونہ رہ گیا ہے؟'' ثمینہ نے جیسے ہی بتایا کہ قرار کے گھر والے باقاعدہ بات طے کرنے کے لیے آنا چاہ رہے ہیں وہ رو دی۔

اس نے تو سوچا تھا کہ شور ہنگامے کے بعد یہ معاملہ دب گیا ہوگا مگر اب تو بات منگنی تک جا پہنچی تھی۔

''بس بیٹا اب ضد چھوڑ دو۔ ہاں کردو۔ مبارک گھڑی ہے۔'' ثمینہ نے پیار سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''نہیں۔ یہ ممکن نہیں۔'' اس نے اپنے گھنے شہد آگیں بالوں کو بل دے کر کیچر لگایا۔ دوبارہ محاذ پر ڈٹ گئی۔

''بیٹا۔ قرار بھی اچھا لڑکا ہے؟ تھوڑی بہت کمی بیشی تو ہر انسان میں ہوتی ہے۔'' ثمینہ نے بیٹی کو چمکارا۔

''امی، اب اس آدمی کو لڑکا تو نہ کہیں۔ آپ کیا چاہتی ہیں؟ میں شادی کے بعد اپنی دوستوں میں مذاق بن کر رہ جاؤں؟'' رافعہ نے اپنی ستواں ناک چڑھا کر غرور سے کہا تو پاس بیٹھی سامیہ کو انجانا دکھ اٹھا۔

''اللہ کا خوف کرو بجو۔ اب قرار بھائی اتنے بھی برے نہیں جیسا آپ سمجھ رہی ہو۔ وہ گنجے تو نہیں ہیں۔ ہاں بال تھوڑے کم ہیں اور رنگ بھی ہلکا سانولا ہے۔ یہ کالا تو نہیں کہلائے گا۔'' سامیہ نے پیار سے بہن کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''رہنے دو اپنی چاپلوسی، یہ سب تمہاری وجہ سے ہی ہوا ہے۔ ورنہ میرے پاپا ایسے نہ تھے۔ ان کو یہی فکر ہے نا کہ میری شادی کی وجہ سے تمہارا راستہ رکا ہوا ہے تو پہلے تمہاری شادی کردیں۔ میں اسٹامپ پیپر پر لکھ دوں گی کہ مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔'' اس نے کہا تو سامیہ کا رنگ خوف سے پیلا پڑ گیا۔

''بجو، کیا کہہ رہی ہو، میرا وہ مطلب نہیں تھا۔'' سامیہ نے صفائی دینے کی کوشش کی۔
حسان جو قریب بیٹھا ٹی وی پر میچ دیکھ رہا تھا، ایک دم بد مزہ ہو کر بڑی بہن کو غصے سے گھورنے لگا۔
''بجو بس، اپنا غصہ سامیہ پر مت نکالو۔'' حسان نے اسے تنبیہہ کی۔
''اب تم سب ایک ساتھ نہ شروع ہو جاؤ۔'' معاملہ بگڑتا دیکھ کر ثمینہ نے سب کو خاموش کرانا چاہا۔
''یہ۔بات۔آپ بجو کو سمجھا دیں۔'' حسان نے ٹیبل سے ریموٹ اٹھا کر ٹی وی آف کرتے ہوئے کہا۔
''بات کچھ اور ہو رہی تھی، تم لوگ ایک نیا جھگڑا لے کر بیٹھ گئے۔'' ثمینہ نے سر پر ہاتھ مارا۔
''میں خوب سمجھتی ہوں۔ تمہیں قرار اتنا ہی اچھا لگ رہا ہے تو اس سے خود کر لو نا شادی۔'' اسے تو بھڑاس نکالنے کا موقع مل گیا۔
''رافعہ۔ ہوش میں رہ کر بات کرو۔'' ثمینہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔
''امی، سچ تو کہہ رہی ہوں۔ پاپا بھی خوش ہو جائیں گے اور میری جان بھی چھوٹ جائے گی۔ ویسے بھی تمہارے ساتھ اس کی جوڑی سجے گی بھی خوب۔'' اس نے بہن کے سانولے روپ پر چوٹ کی۔
''بجو۔'' سامیہ کپکپا اٹھی۔ وہ بہن جیسی حسین نہ سہی پر بڑی پُرکشش تھی۔
''اف۔ اتنی ذلت۔'' وہ ماں سے لپٹ کر بری طرح سے رو دی تو ثمینہ نے اسے قہر بھری نگاہوں سے دیکھا۔
''ہاں تو خود ہی تو قرار کی اتنی خوبیاں گنوا رہی ہے۔'' رافعہ نے کاندھے اچکائے۔
''اپنے بڑے ہونے کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ، بولتے وقت یہ تو سوچ لیا کرو کہ کیا بول رہی ہو؟'' حسان غصے سے دھاڑا۔
''میں تم سے بات نہیں کر رہی، اس لیے تم اس معاملے میں ٹانگ نہ اڑاؤ'' اسے ہمیشہ سے بھائی کی حمایت بری لگتی۔ اس وقت تو وہ مزید چڑ گئی تھی۔
''کیوں کیا میں اس گھر کا فرد نہیں ہوں۔ حسان نے بہن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ترکی بہ ترکی جواب دیا اور تن کے اس کے سامنے جا کر کھڑا ہوا۔
''مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔ تم یہاں سے جاؤ۔'' رافعہ کی آواز اونچی ہوئی۔
''کیوں آپ جس کو جو دل چاہے سناتی جائیں۔ اب مزید ایسا نہیں چلے گا۔ جہاں تک سامیہ کی شادی کی بات ہے، آپ یہ فکر کرنا چھوڑ دیں۔ میں اس کے لیے ایک شہزادہ ڈھونڈ کر لاؤں گا۔'' حسان نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی۔
''تمہارا جو دل چاہے کرو، میرے معاملے میں مت پڑو۔'' رافعہ نے اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ دیے اور وہاں سے جانے لگی۔
''ایک منٹ۔ بات سن کر جائیں۔ یہ مسئلہ ابھی حل نہیں ہوا ہے۔ وہ چاہے کالے ہو یا پیلے۔ آپ کو قرار بھائی سے ہی شادی کرنی پڑے گی۔ سب گھر والے اس بات پر متفق ہیں تو آپ کو بھی ہم سب کی بات ماننی پڑے گی۔ اگر آپ بے وقوفی کر رہی ہیں تو اس میں کوئی آپ کا مزید ساتھ نہیں دے گا۔ ہم آپ کو فضول سی بات پر اتنا اچھا رشتہ ٹھکرانے نہیں دیں گے۔ ابھی وقت ہاتھ میں ہے۔ نکل گیا تو روتی رہ جائیں گی۔'' حسان نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بڑی بہن کا ہاتھ تھاما اور رسانیت سے سمجھایا۔
''میں کوئی موم کی گڑیا نہیں جسے جیسے دل چاہے موڑ دو۔ اگر۔ میرا دل قرار کے لیے راضی نہیں تو مجھے کوئی مجبور نہیں کر سکتا۔'' رافعہ نے بھائی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پتھریلے لہجے میں کہا۔
''میں دیکھتا ہوں کہ آپ پاپا کے خلاف کیسے کھڑی ہو پاتی ہیں؟'' حسان نے ایک دم رافعہ کا ہاتھ چھوڑا، اسے وارن کیا اور روتی ہوئی سامیہ کو سہارا دے کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس نے چیلنج دیا تھا۔
''رافعہ کو کون ہرا سکتا ہے؟ میرے ساتھ زبردستی کرنا اتنا آسان نہیں۔ اب تو قرار کی شادی ہوگی مگر مجھ سے نہیں۔'' اس نے بڑے آرام سے بوا کا لایا ہوا اورنج جوس کا گلاس خالی کیا، اس کی تہہ میں جھانکتے ہوئے مصمم ارادہ کیا۔
ایک عجیب سا تاثر اس کے خوبصورت چہرے پر پھیلا، ثمینہ نے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

☆☆☆

''ایسے موقع پر جب۔ شادی کی تیاریاں زور و شور سے چل رہی ہیں۔ اس ملاقات کی تک سمجھ میں نہیں آئی۔'' قرار کافی سنجیدہ مزاج کا مالک تھا۔ وہ یوں ہونے والی بیوی کے اچانک بلاوے پر حیران رہ گیا۔
''کوئی ایسے ملتے دیکھ لے تو جانے کیا سوچے گا۔'' رافعہ

کے آنے سے پہلے وہ۔ساحل کی لہروں کو آتے جاتے دیکھ کر اسی بات پر کڑھتا رہا۔

رافعہ نے اسے فون پر ساحل سمندر کے نزدیک واقع کولڈ کارنر پر پہنچنے کی ہدایت دی تھی۔

''جی۔اب بتایئے۔مجھے یہاں کیوں بلوایا،شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی ہے۔ایسے میں ملنا ضروری نہیں تھا؟'' رافعہ نے بتائی ہوئی جگہ جا کر کرسی سنبھالی،قرار نے خاصے خشک انداز میں اس کا استقبال کیا۔اس کا لہجہ بے چینی کا مترشح تھا۔

''قرار صاحب اتنی جلدی بھی کیا ہے؟ بتاتی ہوں گھڑی بھر دم تو لیں۔'' رافعہ نے پانی کا گلاس ایک سانس میں ختم کرتے ہوئے شوخی دکھائی۔ویسے بھی وہ جو کچھ کرنے جارہی تھی۔اس کے لیے بڑے حوصلے کی ضرورت تھی۔

''اچھا،چائے منگواؤں یا جوس۔'' قرار کو مہمان نوازی کا خیال آیا۔

''جی چائے۔'' اس نے بیگ کو کاندھے سے اتارا قرار نے پہلی بار اس کا بغور جائزہ لیا،خوشبوؤں میں بسی آئس گرین جدید سوٹ میں مکمل تیاری کے ساتھ دل میں بسی جارہی تھی۔

اس نے ایک طویل سانس لی،یوں لگا جیسے انتظار کی ساری کلفتیں ختم ہو گئیں،سارے اعتراضات اس کے ذہن سے محو ہو گئے،یاد رہی تو اس کی نشیلی نیلی آنکھیں،دلکش سراپا،سحر انگیز شخصیت،وہ ان میں کھونے لگا۔

''کیا آپ مجھ سے محبت کے دعویدار ہیں۔'' رافعہ نے چائے کا سپ لیتے ہوئے بڑی ادا سے پوچھا۔

''کیا۔مطلب۔محبت کا دعویدار؟'' قرار حیران ہوا۔وہ اپنی نوک پلک سنوار کر پوری تیاری کے ساتھ ایک فیصلہ کر کے،ایک فیصلہ کروانے کا عزم لیے ہوئے یہاں آئی تھی۔

''جی۔جناب۔یہ ہی پوچھا ہے؟'' اس نے اب ایک لاکھ کی مسکراہٹ بھی اس پر نچھاور کی۔قرار کی نگاہیں اس کے چہرے کی بلائیں لینے لگیں۔

''رافعہ،صرف دعویٰ نہیں یہ میری زندگی کی سب سے بڑی سچائی ہے۔میں واقعی آپ سے محبت کرنے لگا ہوں۔جب ہی تو سیدھا راستہ اختیار کیا۔اب آپ کے ساتھ زندگی کی خوشیاں شیئر کرنا چاہتا ہوں۔'' قرار کا لہجہ محبت میں چور چور ہوا۔

''مجھے اس بات پر یقین نہیں،سب یہ ہی کہتے ہیں مگر جب محبت میں امتحان دینے کا وقت آئے تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔'' رافعہ نے اپنے لمبے گھنے بالوں میں مخروطی انگلیاں نرمی سے پھیریں۔

ادا سے بالوں کو جمع کر کے ایک سائیڈ پر ڈالتے ہوئے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔کافی سنجیدگی سے چیلنج دیا۔قرار مسحور ہوا۔اس کا ہر روپ انوکھا لگا۔

''یہ ایک مرد کی زبان ہے۔آپ چاہیں تو ہزار بار امتحان لے سکتی ہیں۔میں پورا اتروں گا،مایوسی نہیں ہوگی۔'' قرار اس کے بنے ہوئے رو پہلے تانے بانے میں پھنستا چلا گیا۔وہ دلکشی سے مسکرائی۔

''قرار جی،ہزار نہیں،بس ایک۔سوچ لیں،یہ نہ ہو کہ جو میں مانگوں،اسے دینا آپ کے لیے مشکل ثابت ہو۔'' رافعہ نے آخری تیر چلایا جو ٹھک کر کے نشانے پر جا لگا۔

''یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہاری ہر خواہش پوری کروں گا۔تم ایک بار کہہ کر دیکھو۔'' قرار نے تکلف کی دیواریں تیزی سے گرائیں۔آپ سے تم تک آ گیا۔اس کا نازک موی ہاتھ پر اپنا بھاری مردانہ ہاتھ رکھ کر یقین دہانی کروائی۔

''ہونہہ۔'' رافعہ کو کافی ناگواری محسوس ہوئی،موی ہاتھوں پر اس کا سانولا بھاری مردانہ ہاتھ۔بڑا تضاد تھا۔اس نے نرمی سے اپنا ہاتھ الگ کیا۔

''ایک بار پھر۔سوچ لیجیے۔'' اب کی بار آتش شوق کو بھڑکایا۔

پلیز،اب بتا دو ناں،کیا بات ہے؟'' اس کے ڈرامائی انداز نے چونکایا۔اندیشوں نے سر اٹھایا۔تو وہ تھوڑا فکر مند ہونے لگا۔

''اچھا تو۔سنیں۔آپ مجھ سے نہیں۔میری چھوٹی بہن سامیہ سے شادی کرنے والے ہیں'' اس نے ایک توقف کے بعد جملہ پورا کیا اور قرار کی حالت سے لطف اندوز ہونے لگی جو اس کی بات سن کر بے ہوش ہوتے ہوتے بچا،اس کے دل و دماغ کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ شادی سے پندرہ دن پہلے کوئی لڑکی اپنے ہونے والے دولہا سے ایسی فرمائش کرے گی۔

''آپ کو پتا بھی ہے کیا بول رہی ہیں؟ اگر یہ مذاق ہے تو نہایت ہی بے ہودہ ہے۔'' قرار اب کچھ سنجیدہ ہوا۔اس کے چہرے پر انتشار پھیلا نظر آیا۔

''جی۔میں پورے ہوش و حواس میں اپنی محبت کا دعویٰ کرنے والے ایک انسان سے سوال پوچھ رہی ہوں'' اس نے

تمسخر اڑایا۔
"میں۔ اس بات کے پیچھے چھپی وجہ پوچھ سکتا ہوں۔"
قرار نے بے چین ہو کر رافعہ کو دیکھا۔
"میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔ آپ کی محبت کا امتحان۔ بس۔" رافعہ نے ساحل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"پلیز، اتنا ظلم نہ کریں۔ کچھ تو سوچیں۔ میں تو صرف آپ کا ہونا چاہتا ہوں۔" وہ مرد ہو کر تڑپنے لگا مگر وہ چپ رہی ایک ناگواری خاموشی ان کے بیچ چپکے سے چلی آئی۔
"ایک بات کہوں۔ سامیہ آپ کو سوٹ کرے گی، وہ بہت کیئرنگ اور لونگ ہے۔ میں آپ کے لیے بالکل مناسب نہیں۔" وہ فیصلہ کن انداز میں بولی۔ قرار کے پاس بولنے کے لیے کچھ نہیں بچا مگر بے چینی اس کی نگاہوں سے عیاں ہوئی۔
"بس۔ بولتی بند ہوگئی، وہ آپ کیا کہہ رہے تھے کہ "یہ مرد کی زبان ہے، وغیرہ وغیرہ۔" رافعہ کا لہجہ مذاق اڑانے لگا۔
قرار کے اندر کا مرد بیدار ہوا۔ محبت اپنی جگہ یہاں بات زبان اور عزت نفس پر آگئی۔ آخری بار اسے جی بھر کر دیکھا اور ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا۔
"مجھے منظور ہے۔" قرار نے دل ٹوٹنے کی صدا کے ساتھ، اسے بھی نظر انداز کیا جس نے اس کی محبت کی کلی کو کھلنے سے پہلے ہی مسل دیا۔
"میرا نام لیے بغیر پاپا کو بھی اس بات کے لیے آپ ہی راضی کریں گے۔" رافعہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ چھا گئی۔ اس نے اپنا پرس میز پر سے اٹھایا اور بغیر مڑ کر دیکھے وہاں سے چل دی۔ قرار سر تھام کر بیٹھ گیا، اسے حقیقی زندگی میں یہ فلمی سچویشن عذاب سے بدتر لگی۔

☆☆☆

قرار کا مطالبہ سن کر علی اصغر سمجھ گئے دال میں کچھ کالا ہے۔ انہوں نے قرار سے مل کر ساری بات اگلوالی۔ بیٹی کی دیدہ دلیری کا سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ قرار کو یقین دلایا کہ وہ رافعہ کو اس شادی کے لیے منا کر دم لیں گے، پر اب وہ اس لڑکی سے کیسے شادی کرتا جس نے اپنے منہ سے خود انکار کیا۔
قرار نے صاف انکار کر دیا۔ ہال بک ہو چکا تھا، خاندان میں شادی کی باتیں پھیل چکی تھیں۔ ایسے وقت میں علی اصغر نے سر جھکا کر چھوٹی بیٹی سے التجا کی اور اس نے باپ کا مان رکھا۔ یوں سامیہ قرار کے سنگ وداع ہوگئی۔
قرار نے اپنا قول نبھایا۔ کئی محاذوں پر لڑ کر سامیہ سے شادی کی مگر وہ اس سے کھنچا کھنچا رہتا۔ دو سال تو سامیہ نے بڑی خاموشی سے گزارا کیا، اس کی ہر بات کو مقدم جانا، بہن کے ہاتھوں کچلی اس کی انا پر محبت کے پھاہے رکھے۔ پیار و محبت سے گھر کے دوسرے لوگوں کو اپنا بنایا۔
قرار نے آخر اسے بیوی کا درجہ دے دیا۔ وہ رافعہ کے دیئے ہوئے دکھ بھولتا چلا گیا اور سامیہ کے پیار میں دیوانہ بن گیا۔
"میرے مالک کا شکر ہے جو تمہاری بہن نے مجھے تم سے شادی کے لیے مجبور کیا۔" رات کی تنہائی میں سامیہ کا ہاتھ تھام کر پیار سے کہتا تو وہ ہنس دیتی۔
"میری کسی نیکی کا صلہ ہے جو سامیہ سے میری شادی ہوئی۔" وہ گھر والوں کے سامنے برملا اظہار کرتا اور اسے معتبر کر دیتا۔
مگر سامیہ کے دل کا خلاء بھرتا ہی نہیں۔ "بجو تم نے مجھے کتنا۔ ارزاں کر دیا تھا۔ انا کے کھیل میں جیتنے کے لیے میری زندگی کو ہی داؤ پر لگا دیا۔" سامیہ بہن کے عمل پر اکثر دکھی ہو کر سوچتی اور اکیلے بیٹھ کر رونے لگتی۔ اس شادی کو کامیاب بنانے کے لیے اسے اپنے میکے سے ناتا توڑنا پڑا، شادی کی پہلی رات ایک یہ ہی شرط تو قرار نے رکھی تھی، اس کے پاس کوئی دوسری چوائس ہی نہیں تھی، سر ہلا کر اقرار کر لیا۔
قرار نے سامیہ کو دنیا کی ہر خوشی دی۔ وہ خاص موقعوں کے علاوہ کبھی اپنے میکے کا رخ نہیں کرتی۔ سامیہ کو اندازہ تھا کہ قرار رافعہ کا سامنا کم سے کم کرنا چاہتا ہے، اسی لیے پلٹ کر میکے جانے کی ضد نہ کی۔
قرار کی پابندی کی وجہ سے زیادہ تر علی اصغر اور ثمینہ ہی بیٹی سے ملنے چلے جاتے۔ حسان بھی رافعہ سے ناراض تھا، وہ بڑی بہن سے بہت مختصر یا کام کی بات کرتا، جس نے اسے نیچا دکھانے کے لیے قرار کو زبردستی سامیہ سے شادی پر مجبور کیا۔
اسے جب بھی چھوٹی کی یاد آتی تو وہ خود ہی اس سے ملنے چلا جاتا۔ پر بہن کے گھر بار بار جانا کچھ مناسب نہیں لگتا۔ کئی بار دل مار کر بھی بیٹھ جاتا۔
"میرا کیا قصور تھا؟ مجھے شطرنج کا مہرہ کیوں بنایا گیا؟"
سامیہ کی پیاسی آنکھیں اکثر ماں جائے سے یہ سوال پوچھتی۔ حسان مٹھیاں بھینچ کر رہ جاتا۔

☆☆☆

علی اصغر کے، کاروبار میں اچانک گھاٹا ہوا۔ پارٹنر شپ ختم ہوگئی۔ قرار نے بھلے ساری باتیں بھلادی ہوں، پر نجیب خان کو دوست سے بہت گلہ تھا، قرار نے گھر میں جب سامیہ

سے شادی کی بات اٹھائی تو وہ بیٹے سے بہت ناراض ہوئے مگر اس نے ساری بات اپنے اوپر لے لی۔

علی اصغر حالات سے لڑتے لڑتے ایسا نڈھال ہوئے کہ ایک دن ایسا سوئے کہ دوبارہ نہ اٹھ سکے۔ حسان بھی مزید پڑھائی کے لیے یوکے چلا گیا۔ بعد میں مائرہ سے شادی کرکے وہیں سیٹل ہوگیا۔ اس کی بیوی بہت اچھی لڑکی تھی۔ اس نے حسان کو پیاری سی بیٹی اور ایک بیٹا دے کر فیملی مکمل کردی۔ وہ دونوں خوش وخرم زندگی گزار رہے تھے۔ سب اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہوگئے۔

صرف تنہائیاں رافعہ کا مقدر ٹھہریں، وقت کی الٹی گنتی شروع ہوگئی۔ تقدیر نے اپنے ترکش کے تیر ایک ایک کرکے چلانا شروع کردیے، اب زخم کھانے کی باری اس کی تھی۔ چہرے پر ایسی الرجی پھیلی کہ رنگت جھلس گئی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے جسم نے بھی پھیلنا شروع کردیا، وہ اپنی عمر سے کہیں بڑی لگنے لگی۔ اب تو لوگ آتے اور اسے دیکھ کر انکار کرجاتے، ثمینہ بیٹی کی حالت زار پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتی مگر کیا فائدہ۔ جس وقت ان کو روکنا تھا روکا نہیں اب ان کے اختیار میں کچھ نہیں رہا۔

☆☆☆

''ارے آسیہ خالہ۔ آپ کا کیا خیال ہے، میں ان آنٹی سے شادی کروں گا، معاف کردیں، ابھی مجھ پر اتنا برا وقت نہیں آیا ہے۔''

دراز قد، خوش شکل قدرے عمر چور امریکا پلٹ مراد نے چائے پیش کرتی، رافعہ کو بغور سر سے پاؤں تک جانچا اور بغیر کسی جھجک کے سفاکانہ تبصرہ کیا، ویسے بھی وہ جس سرد ملک سے آیا تھا، وہاں ''صاف گو'' ہونا انسانی خوبی میں شمار ہوتا تھا، چاہے یہ صاف گوئی کسی کی جان بھی لے لے۔

رشتے والی خالہ منہ دیکھتی رہ گئیں مگر وہ دونوں بہن بھائی اچھی خاصی بے عزتی کرنے پر تل گئے۔

''بھیا، تم دونوں نے ہی تو پڑھی لکھی لڑکی کی خواہش کی تھی۔'' آسیہ خالہ کو ان کا انداز گفتگو بہت ناگوار گزرا۔ اس لیے کمر پر ہاتھ جما کر بولیں۔

''جی کہا تھا مگر ہمیں پڑھی لکھی کم عمر، خوبصورت لڑکی چاہیے، کیا پوری بات آپ نے نہیں سنی تھی؟'' مراد نے منہ بنا کر طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

''اے لو بیٹا، تم خود کون سے کم عمر ہو۔ کیا میں جانتی نہیں ہوں؟ برسوں سے تمہارے گھر میرا آنا جانا ہے۔ اسی لیے تو مجھے رافعہ تمہارے جوڑ کی لگی۔ اتنی نیک بچی ہے، پھر تمہیں شادی کرکے واپس جانے کی بھی جلدی ہے۔ اب جیسی تمہاری پسند ہے۔ اتنی ساری خصوصیت ایک لڑکی میں تو ہونا مشکل ہے، تم ایسا کرو ایک سانچہ خرید کر خود ہی ایسی لڑکی ڈھال لو'' آسیہ خالہ نے چشمے میں سے گھورا اور دونوں بہن بھائی کو کھری کھری سنائیں۔

وہ خود دو بیٹیوں کی ماں تھیں۔ رافعہ بھی ایک لڑکی تھی۔ اس کی تذلیل پر ان کا دل دکھ کر رہ گیا۔

سامنے بیٹھی رافعہ ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ کھو سی گئی۔ ماضی کی بازگشت اسے اذیت دینے لگیں۔ بیچ میں سات سال حائل ہوگئے۔ اتنی جلدی وقت گزرتا گیا اور سب کچھ بدل گیا۔ خاموش سر جھکائے لاتعلق بیٹھی ان سب کے بیچ میں ہوتے ہوئے بھی غائب ہوگئی۔ جیسے یہاں اس کی نہیں کسی اور لڑکی کی بات کی جارہی ہو۔

''بیٹا۔ آپ کو یوں ہمارے گھر میں بیٹھ کر ایسی باتیں کرنے کا کوئی حق نہیں۔'' ثمینہ نے چہرے پر آئے پسینے کو صاف کرتے ہوئے تھوڑا سختی سے کہا۔

''سوری آنٹی مگر یہ آسیہ خالہ کا قصور ہے۔ انہوں نے تو آپ کی بیٹی کی تعریف میں زمین وآسمان ایک کردیے تھے۔'' سنبل نے ڈھٹائی سے کہا۔

''اے۔ چلو یہاں سے جاؤ۔ ایسے لچھن رہے تو ہوچکی تمہارے بھائی کی شادی۔'' آسیہ خالہ بھی انہیں آئینہ دکھانے پر تل گئیں۔

''یہ لوگ کیا سمجھیں گے؟ ہر انسان ٹھوکر کھا کر پہلے سنبھلتا پھر سمجھتا ہے۔'' رافعہ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر دل میں خود کا محاسبہ کیا۔

''چلو مراد چلیں، ویسے خالہ۔ میں اپنے بھائی کے لیے پڑھی لکھی، کم عمر اور خوبصورت لڑکی ڈھونڈ کے دکھاؤں گی، جب پیسا پاس ہو۔ تو ہر کام آسان ہوجاتا ہے۔'' سنبل نے منہ بگاڑ کر کہا۔

''میرا بھائی تو اتنا ہینڈسم ہے۔ اسے کسی بات کی کمی نہیں۔ یہ رشتہ کروانے والیاں بھی خوب ہوتی ہیں۔ اپنی فیس کے چکر میں سامنے والے کا معیار بھی نہیں دیکھتیں۔'' سنبل بڑبڑ کرتی بغیر کچھ کھائے پیئے بھائی کو بازو سے پکڑ کر باہر نکل گئی۔

☆☆☆

''میرے مالک۔ اب علی اصغر کے خاندان پر ایسا برا وقت بھی آنا تھا۔'' ثمینہ نے ہاتھ ملتے ہوئے دکھ سے مرحوم

شوہر کو یاد کیا۔

ٹرالی میں رکھے، کباب، کیک بسکٹ اور پیسٹری ان چھوئے اداس پڑے تھے، مہمانوں کی تواضع کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ کرسٹل کے گلاسوں میں موجود کولڈ ڈرنک کی برف اس طرح گھلی، جیسے رافعہ کئی برسوں سے غم سے گھل رہی تھی۔ کمرے میں موت کا سا سناٹا چھا گیا۔ ثمینہ تو ایسی ہو گئی کہ کاٹو تو بدن میں خون نہیں، آسیہ الگ فق چہرہ لیے صوفے پر بیٹھی۔ ان ماں بیٹی کو تسلی دینے کے الفاظ ڈھونڈنے میں ناکام رہی۔

رافعہ سب سے بے نیاز اپنی ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت کو ڈھونڈنے لگی جسے اس نے خود سے بگاڑا۔ اسے مراد کی بہن کے لہجے میں چھائی نخوت ماضی کی یاد دلا گئی۔ رافعہ کا طرزِ تکلم لڑکے والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ خراب ہوتا تھا۔ اسے اور بھی بہت کچھ یاد آنے لگا۔

رافعہ چھوٹی بہن کو جب بھی کسی خاندانی تقریب میں قرار کے پہلو میں خوش و خرم کھڑا دیکھتی تو اس کے دل کو کچھ ہونے لگتا۔ سامیہ پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گئی تھی اور قرار بھی ہینڈسم لگتا۔ رافعہ نادانی میں قسمت کو شکست دینے چلی اور خود اپنی زندگی برباد کر بیٹھی۔ کتنے دلوں کو دکھایا، تنہائی میں اپنا احتساب کیا تو خود سے نفرت محسوس ہوئی کہ قرار کو انکار کر کے اپنی قسمت پر تالا لگا دیا۔

☆☆☆

رافعہ کا مزاج وقت کی ٹھوکروں نے بدل کر رکھ دیا، باپ کی موت کا بھی اثر ہوا۔ تنگ مزاجی کی جگہ انکساری نے لے لی، وہ بدل گئی۔ پر لوگوں کی سوچ تو نہیں بدلی۔ انسان کی ظاہری شخصیت اور خوبصورتی کے شیدائی۔ آتے، اسے دیکھتے، کھاتے پیتے اور انکار کر کے چلے جاتے۔

اس بار رشتے والی خالہ آئیں تو ان کے بتائے ہوئے رشتے پر ثمینہ رو دی۔ دل پر پتھر رکھ کر سوچنے کا وقت مانگا۔

''خالد ایک اچھا لڑکا ہے۔ بیوی کا دو سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ اپنے بیٹے کے لیے اسے ماں کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں کو جلدی ہے، بقر عید کے بعد شادی کرنی ہے مجھے یقین ہے جو کچھ گزر چکا ہے، اس کے بعد تم انکار نہیں کرو گی۔'' بیمار ثمینہ نے بستر پر لیٹی رافعہ کا ہاتھ تھام کر التجائیہ انداز میں پوچھا۔

''امی، آپ کو جو بہتر لگے وہ کریں۔'' رافعہ کا سر اقرار میں جھک گیا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر باہر نکل گئی

''شاید سب کچھ ایسا ہی ہونا لکھا ہو۔ میری ضد اور غلط فیصلوں نے دہکتے انگاروں سے میرا دامن بھر دیا۔ اب شکوہ کروں بھی تو کس سے؟'' وہ آسمان پر ٹنکے تاروں کی برأت کو دیکھتے دیکھتے رو دی۔ ثمینہ سونے کی تیاری میں مصروف تھی، بیٹی کے دل کا حال جان گئیں۔ کبھی تو وہ بیٹی کی نافرمانی پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتی پھرتیں۔ آج انہیں رافعہ کی فرمانبرداری نے رلا دیا۔

''حسان تو بڑی بہن کا نام سننے کو تیار نہ تھا تو اس کی بیوی سے کیا اُمید رکھی جا سکتی تھی مگر سامیہ ضرور بہن کو معاف کر دے گی۔'' انہوں نے رات دیر تک سوچا۔ صبح اٹھ کر سب سے پہلے قرار کے موبائل پر کال ملائی۔ پہلے داماد سے کچھ باتیں کیں۔ اس کے بعد سامیہ کو فون پر بلوایا۔

''بیٹی۔ انسان دشمن کو بھی معاف کر دیتا ہے، وہ تو تمہاری بہن ہے۔'' انہوں نے روتے ہوئے کہا اور دل کا بوجھ ہلکا کرتی چلی گئیں۔

''امی۔ ابھی کسی رشتے کے لیے ہاں یا نہ نہیں۔ کہیے گا۔ میں اگلے ہفتے آپ کے گھر رہنے آؤں گی۔ پھر تفصیل سے بات ہو گی۔ ویسے آپ دونوں کے لیے ایک سرپرائز بھی لے کر آؤں گی۔'' سامیہ نے جیسے ان کے جسم میں توانائی بھر دی۔

انہوں نے رافعہ سے ساری باتیں چھپائیں اور خوشی خوشی چھوٹی بیٹی کے استقبال کی تیاریوں میں لگ گئیں۔

''کتنے سالوں بعد سامیہ عید قرباں پر آ رہی ہے۔'' انہوں نے کلینڈر پر نشان لگاتے ہوئے سوچا، وہ بیٹی کے آنے کے دن گن رہی تھیں۔

☆☆☆

''میری ضد نے اس گھر کو کیسا سونا کر دیا ہے، کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا، ورنہ یہاں کتنی ہلچل مچی ہوتی تھی۔'' رافعہ نے بستر پر لیٹے لیٹے پورے گھر پر ایک نگاہ ڈالی۔ اس کی آنکھوں میں ماضی کے مناظر گھومنے لگے اور کانوں میں آوازیں۔

''ثمینہ بھئی۔ آج تو دال کے پکوڑے ہونے چاہیے۔'' علی اصغر شام کی چائے پر بیوی سے فرمائش کرتے۔

''امی پلیز۔ میرا دودھ کا گلاس فریج میں رکھ دیا کریں۔ یہ اتنا گرم ہے کہ ٹھنڈا ہونے میں ہی سال لگ جائے گا'' حسان جم سے آنے کے بعد ماں کو ہدایت دیتا۔

''کیا مصیبت ہے۔ میں اتنے آئلی سموسے نہیں کھاتی، اسے ٹشو پیپر پر کیوں نہیں نکالا'' اسے اپنا نخوت بھرا لہجہ اور

انداز یاد آیا۔

"ٹھک۔ٹھک" وہ ایک دم چونکی، چپل پاؤں میں اڑس کر باہر بھاگی۔کوئی بہت زور سے دروازہ بجائے جارہا تھا۔

بیل ایک ہفتے سے خراب پڑی تھی مگر گھر میں مرد نہ ہونے کی وجہ سے ان کے مرمت کے کام یوں ہی ادھورے پڑے رہ جاتے۔

"امی، امی کہاں ہیں؟ جلدی باہر آئیں۔" رافعہ کو اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آیا۔

"اوہو۔کیا ہوگیا، کیوں چیخ رہی ہو۔" ثمینہ گھبرا کر باہر نکلی تو صحن میں قرار، سامیہ، اس کے دو بچوں، کے ساتھ حسان اور اس کی بیوی بچوں کو دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھیں۔پورے گھر پر شادمانی سی چھا گئی۔

☆☆☆

"بیٹا۔خالد کے رشتے کا کیا کروں؟" ثمینہ نے چھوٹی بیٹی کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے پوچھا۔وہ دونوں سستی سے ایک ہی جگہ لیٹی تھیں۔

"امی، ابھی رک جائیں۔ایک اور اچھا رشتہ ہے میری نگاہ میں پر بجو نے جو اپنا حال بنالیا ہے۔پہلے اسے تو درست کردوں۔" سامیہ نے ماں کو نرمی سے جواب دیا اور فون اٹھا کر اپنے پارلر سے ٹائم لیا۔

"امی کیا سوچ رہی ہیں۔" وہ فون سے فارغ ہوئی تو ماں کو سوچوں میں گم پا کر پیار سے پوچھا۔

"حسان کی بیوی مائرہ اچھے مزاج اور کھلے دل کی ہے، سب کو زبردستی عید کی شاپنگ کے لیے اپنے ساتھ مارکیٹ لے گئی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر اعتراف کیا۔

"یہ بات تو ٹھیک ہے۔ہم دونوں کی تو بہت بات چیت ہوتی ہے۔" سامیہ نے کھکھلا کر کہا۔

"بس بیٹا۔تم سب کو خوش دیکھ کر میں اپنے اللہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے۔ایک رافعہ کا بھی کچھ ہوجائے تو میں چین سے مروں۔"

"امی پلیز۔اللہ آپ کا سایہ ہم سب پر سدا سلامت رکھے۔" سامیہ نے دہل کر ماں کو دیکھا۔

"بیٹا ایسا تو ہونا ہی ہے۔خیر رافعہ اب بہت بدل گئی ہے۔اس میں پہلی سی کوئی بات ہی نہیں رہی، شاید اندر کی ملامت اسے چین لینے نہیں دیتی۔اس کو ناخوش دیکھ کر مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔" ثمینہ چھوٹی بیٹی کے آگے اپنے دل کے در دریچے در پرت کھولتی گئیں۔

"بجو کی اتری شکل دیکھ کر مجھے بھی ایسے ہی لگتا ہے۔" سامیہ نے ماں کے پاؤں دباتے ہوئے سر ہلایا۔

"ایک بات پوچھوں؟" ثمینہ تھوڑا جھجک کر بولیں اور پاؤں سمیٹ لیے۔

"آپ قرار کے بارے میں بات کرنا چاہ رہی ہیں؟" سامیہ نے ماں کی سوچ پڑھ لی۔

"ہاں۔وہ خود بھی یہاں آکر ایک دن رہ کر گیا اور تمہیں بھی اتنے دنوں کے لیے چھوڑ گیا، وہ اس کی شرط؟" ثمینہ نے تجسس سے پوچھا۔

"میں نے قرار کو کئی بار سمجھایا کہ جو ہونا تھا ہو چکا۔آپ سب کچھ بھلا کیوں نہیں دیتے؟" سامیہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

"اچھا پھر؟" ثمینہ کی مکمل توجہ بیٹی کی جانب ہوئی۔

"ان پر ذرا بھی اثر نہیں ہوا مگر ایک دن فریحہ نے منہ کھول کر باپ کو طعنہ دیا کہ میری ساری فرینڈز۔اپنی ویکیشنز پر نانی کے گھر جاتی ہیں۔ہم کیوں نہیں جاتے، گھر کے دوسرے بچے عید بقر عید پر نانی خالہ سے عیدی مانگتے ہیں؟ آپ ہمیں کیوں نہیں جانے دیتے؟" علی اصغر کی بیٹی کا دکھ شاید ان کے لیے اتنا بڑا نہ تھا جتنا قرار کو اپنی بیٹی کی بات سن کر دھچکا لگا۔

"میرا بچہ کیوں فکر کرتی ہو۔اس بار ہم بھی آپ کی نانی کے یہاں بقر عید کے مزے کرنے کے ساتھ ایک بار بی کیو پارٹی ارینج کریں گے۔" قرار نے بچوں کے ساتھ پلاننگ کی۔

"چلو جو بھی ہو تمہیں یہاں آکر رہنے کی اجازت تو ملی۔" ثمینہ نے خوشی کا اظہار کیا۔

"جی امی۔مرد اپنی بیوی کو تو نفسیاتی مریض بنا سکتا ہے، پر اپنی اولاد کی نفسیات میں کوئی کجی دیکھنے کا قائل نہیں ہوتا۔" سامیہ کے ہونٹوں پر زخمی مسکراہٹ رینگ گئی۔

☆☆☆

عید قرباں کی رات کی اپنی چہل پہل تھی، بچے بکروں اور دنبوں سے کھیل کر محظوظ ہو رہے تھے۔سامیہ، مائرہ اور رافعہ جلدی جلدی کچن کے کام نمٹا رہی تھیں۔تاکہ مہندی لگوانے اور چوڑیاں پہننے بازار جاسکیں۔حسان نے بڑی خوشی سے استری کی ذمہ داری اٹھالی اور وہ اپنے اور سارے بچوں کے کپڑے استری کر کر کے ہینگ کرنے لگا۔وہ ہفتہ بھر قبل دو بکرے اور ایک دنبہ خرید کر لایا، سارے بچے ان کی خدمت میں مصروف رہتے، چارا کھلایا جاتا، سینگ پر گلابی

رنگ کیا اور گلے میں ہار بھی پہنایا گیا۔
"رافعہ ابھی سے پیاز کاٹ کر رکھ دینا تا کہ صبح کلیجی بنانے میں مشکل پیش نہ آئے۔" ثمینہ جو عشاء کی نماز میں مشغول تھیں دعا مانگتے ہی حسان کو بلا کر دم کیا پھر کچن کی جانب منہ کر کے بولیں۔
"جی امی۔" اس نے مسالہ پیستے ہوئے جواب دیا۔
"اچھا۔ میوہ بھگو دیا۔ شیر خرمہ بھی بنے گا۔" ان کے لہجے میں اطمینان اور خوشی کی بوچھاڑ تھی۔
"امی، میں ان تینوں کو کچن سے نکالتا ہوں۔ ایسا کریں آپ وہاں جا کر خود کر لیں سارے کام۔" حسان جو بہت دیر سے ماں کی پریشانی دیکھ رہا تھا شرارتی ہوا۔
"کیا کروں۔ میرے بچے اتنے سالوں بعد نگاہوں کے سامنے جمع ہوئے ہیں۔ دل چاہ رہا ہے دنیا بھر کی خوشیاں ایک جگہ جمع کر دوں۔ ان لمحوں کو ترس گئی تھی۔" ثمینہ کی آنکھوں میں خوشی کے موتی چمکے۔ حسان نے دل ہی دل میں خود کو ملامت کی۔ ایک ضد کے پیچھے کتنے سال ایسی خالص محبتوں سے دور رہا۔
"فکر نہ کریں۔ آپ کی بہو اور پوتا پوتی یہاں آ کر اتنے خوش ہیں کہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر سال عید میں یا پھر بقر عید میں پاکستان کا چکر لگائیں گے۔" اس نے ماں کو اپنے ساتھ لگا لیا۔

☆☆☆

"شکر ہے میرے مالک۔ آج کتنے دنوں بعد یہاں بھی خوشیوں کا سماں بندھا۔" ثمینہ نے نواسے، نواسی، پوتے اور پوتی کو گلے لگانے کے بعد ان کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔
"امی۔ ہمیں بھی پردیس میں عید۔ عید نہیں لگتی تھی۔ روکھی پھیکی سی۔ میں آپ سب کو اس دن بہت مس کرتا تھا۔" سفید کرتہ شلوار میں ملبوس حسان ماں سے لپٹ گیا تو سب کی آنکھ بھر آئی۔
"دادی امی۔ یہ ریڈ کلر۔ کتنا اچھا لگ رہا ہے نا۔" تانیہ نے اپنی سرخ ہتھیلی پر بنے بیل بوٹے دکھائے تو ثمینہ نے اس کے چھوٹے چھوٹے گلابی ہاتھ چوم لیے، جس پر مہندی کے بیل بوٹے کھل رہے تھے۔
حسان باہر نکل گیا، اسے قسائیوں کے ساتھ کھڑے ہو کر قربانی کروانی تھی۔
"چلیں۔ ناشتا لگا دیا ہے۔" رافعہ نے اعلان کیا تو سب۔ خوش دلی سے مسکرا کر ڈائننگ روم کی جانب بڑھ گئے۔
"بھئی واہ بجو مزہ آ گیا۔" مائرہ نے اپنے بیٹے کو گود میں اٹھا کر سجی ٹیبل دیکھتے ہوئے کہا۔
رافعہ نے ناشتے میں کچھ زیادہ ہی اہتمام کیا تھا۔ ٹیبل پر، کچوری، مٹھائی، نمکو، کباب، شیر خورمہ سجے ہوئے تھے۔ ان سب نے ہلہ بولنا چاہا۔ اپنے بچوں کو ایک جگہ جمع ہنستا مسکراتا دیکھ کر ثمینہ کا سیروں خون بڑھ گیا۔ ان کی زندگی میں کتنے سالوں بعد ایسا مسرتوں سے لبریز تہوار آیا تھا۔

☆☆☆

"ایک منٹ۔ سب وہیں رک جاؤ۔ کوئی بھی شیر خرمہ کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔" حسان سب کو وارننگ دیتا ہوا اندر داخل ہوا۔
"اللہ۔ خیر کیا ہو گیا؟" ثمینہ نے گھبرا کر پوچھا۔
"حضرات پہلے فریڈ سے ملیں۔" حسان کسی کے ساتھ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ مائرہ بڑھ کر فریڈ کے گلے لگ گئی۔
"توبہ۔ یہ کس انگریز کو لیے چلے آ رہے ہو۔" ثمینہ نے جلدی سے سر پر دوپٹا رکھ کر بیٹے کو جھاڑا۔
"مائرہ۔" وہ بڑ بڑائیں۔ انہیں بہو کی حرکت بھی ناگوار گزری۔
"اسلام علیکم آنٹی۔ میں الحمد اللہ مسلمان ہوں۔ مائرہ کا بڑا بھائی ہوں۔" اس انگریز کے منہ سے اتنی صاف اردو سن کر رافعہ چونک اٹھی۔
"امی۔ یہ میرے بڑے اور اکلوتے سالے ہیں۔ انہیں ہم نے مدعو کیا ہے۔ کیوں سامیہ؟" حسان کی شوخی عروج پر تھی۔ سامیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ رافعہ نے بھائی کے ساتھ کھڑے انگریز کو دیکھا، نیلے کرتے شلوار میں گورا چٹا، نیلی آنکھوں والا لمبا چوڑا فریڈ بہت ہینڈسم دکھائی دے رہا تھا۔
"اِں۔ اچھا۔ اچھا آؤ بیٹھو۔" وہ پل بھر کے لیے اپنی بدگمانی پر شرمندہ ہوئیں پھر مہمان نوازی دکھائی۔
"چلو۔ بیٹا۔ ناشتا شروع کرتے ہیں۔" ثمینہ نے پلیٹ اس کے سامنے رکھی، سب نے ایک ساتھ کھانے پینے کی چیزوں پر دھاوا بولا۔
"یہ گرم کباب لے لیجیے" رافعہ نے مہمان نوازی دکھائی۔ ایسا لگ رہا تھا کھانے والوں میں مقابلہ جاری ہے۔
"شکریہ۔ آپ لوگ بھی آ جائیں۔" اس نے رافعہ کا بغور جائزہ لیتے ہوئے بے تکلفی سے جواب دیا۔
یہ اتفاق تھا یا سامیہ کی شرارت کہ رافعہ نے بھی نیلے رنگ

کا اسٹائلش سوٹ پہنا تھا۔ اس نے بہن کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے وزن میں کمی کی تھی۔ اسکن کا علاج کروانے سے چہرہ بھی کسی حد تک صاف ہوگیا تھا۔ وہ پہلے جیسی تو نہیں مگر بہت پیاری لگ رہی تھی۔ رافعہ نے محسوس کیا کہ وہ جہاں جہاں جاتی فریڈ کی نگاہیں اس کا پیچھا کرنے لگ جاتیں، بہت سالوں بعد۔ اس کا دل ایک نئی لے پر ناچ اٹھا۔

☆☆☆

''بجو۔ مجھے ایک ضروری بات کرنی ہے۔'' حسان نے اسے لان میں تنہا بیٹھا دیکھا تو خود بھی پاس بیٹھ گیا۔

''ہاں کہو۔ کیا بات ہے؟'' رافعہ نے نرمی سے جواب دیا۔

''آپ۔ بہت اچھی ہوگئی ہو۔'' وہ محبت سے بہن کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا۔ آج کی رافعہ میں کل کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔''

''پگلے۔ یہ ضروری بات کہنی تھی۔'' اس نے حسان کے بالوں کو شرارت سے مٹھی میں جکڑا، وہ ہنس پڑا۔

''نہیں۔ ایک اور بات سنیں۔ فریڈ بھائی کا لندن میں کافی اچھا بزنس ہے۔ دیکھنے میں بھی بہت ہینڈسم ہیں۔ اور۔ اور'' اس نے سسپنس پھیلایا۔

''اور کیا؟'' رافعہ کا دل ڈگمگایا۔

''اور۔ وہ آپ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔'' حسان نے بم پھوڑا۔ وہ ایک ٹک دیکھتی رہی پھر کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا۔

''پہلے پوری بات سنیں۔ پھر ہاں یا نہ کریئے گا۔'' حسان نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروایا۔

''مائرہ کی تین بہنیں اور ہیں۔ سب شادی شدہ ہیں۔ برسوں قبل ان کے والدین میں علیحدگی ہوگئی۔ وہی پرانی کہانی۔ انکل حیدر نے ایک انگریز سے شادی کی تھی۔ وہ اسے بہت چاہتے تھے مگر ان کی مما جینی آزادی پسند نکلی۔ پاکستانی شوہر کو بہت عرصے برداشت نہ کرسکیں۔ کورٹ سے ڈائیورس لے لی۔ اس کے بعد انکل کا دل دنیا سے اچاٹ ہوگیا، وہ بچوں کی بھی پروا نہیں کرتے۔ ایسے میں فرید بھائی جنہیں اب وہاں سب فریڈ کے نام سے پکارتے ہیں، بہنوں کو سنبھالا۔ مغربی ملک میں رہنے کے باوجود ان کے اندر ہماری جیسی غیرت وحمیت ہے۔ عزت سے بہنوں کی شادی کرنے میں ان کی زندگی کے کئی سنہری سال بیت گئے۔ حالاں کہ یہ ابھی بھی شہزادوں سے کم نہیں۔ وہاں کئی لڑکیاں ان پر مرتی ہیں مگر ماں کی وجہ سے ان کا دل مغربی عورتوں کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ یہ کسی مشرقی لڑکی کو جیون ساتھی بنانا چاہتے ہیں۔ میں نے مائرہ سے آپ کا ذکر کیا۔ وہ راضی ہوگئی، یہاں آئی تو اسے آپ فرید بھائی کے لیے مناسب لگیں۔ اس نے بھائی کو بلوالیا۔ پہلے وہ سامیہ سے ملے تو خوش ہوگئے۔ سامیہ کو بھی وہ کافی اچھے لگے۔ ہم دونوں نے پلاننگ کی اور کل کی دعوت آپ دونوں کو ملوانے کی ایک کڑی تھی۔ ہمارا منصوبہ کامیاب رہا۔ ان کو آپ بہت پسند آئیں۔ اب وہ جلد از جلد شادی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس صرف دو منٹ ہیں۔ جلدی سے فیصلہ کریں۔'' حسان کا بولتے بولتے حلق خشک ہوگیا۔ آخر میں شرارت سے بولا۔ رافعہ بھائی کی باتوں کو غور سے سنتے ہوئے، اس کا روم روم کانپ اٹھا۔

''میں کیا کہوں؟ جیسی تم لوگوں کی مرضی۔'' اس نے بھائی کے سامنے سر جھکا کر کہا تو وہ خوش ہوگیا، اٹھ کر بہن کا ماتھا چوما۔

''سامیہ کے لیے تو نہیں۔ پر میں نے اپنی بجو کے لیے واقعی ایک۔ شہزادہ ڈھونڈ نکالا ہے'' وہ شوخی پر آمادہ ہوا اور ماضی کی بات یاد دلائی۔

رافعہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ ہنسے یا روئے، حسان نے بہن کو کانپتے دیکھا تو اپنے ساتھ لگالیا، دونوں بھائی بہن رو دیے... مگر اس بار آنکھ سے نکلنے والے آنسو خوشی کے تھے۔

☆☆☆

''چلو۔ سیٹ بیلٹ باندھو۔ پلین لینڈنگ کرنے والا ہے''۔ فرید، نے اس کا ہاتھ دبایا تو وہ ماضی کے سفر سے لوٹ آئی۔

''آپ۔ اٹھ گئے۔'' وہ چونک کر شوہر سے مخاطب ہوئی۔

''ہم تو کافی پہلے جاگ گئے تھے مگر آپ سوتی رہ گئیں۔'' فرید کا لہجہ اس کی محبت میں ڈوبا ہوا تھا۔

''جی۔ شکر ہے۔ خوابِ غفلت سے جاگ اٹھیں ہوں۔'' رافعہ نے دل میں سوچا اور مسکرا دی۔

وقت بڑا ستارہ گر ہے۔ عام کو خاص بناتا ہے۔ جیسے سونا، آگ میں تپ کر کندن بنتا ہے۔ مصائب اور پریشانی کی بھٹی میں پکنے کے بعد ہی انسان مکمل ہوتا ہے۔ رافعہ کی زندگی میں پھول کھل اٹھے۔ اس کے نصیب میں بھی ایک شہزادہ لکھ دیا گیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ اس تک پہنچنے کے لیے اسے بڑے ٹیڑھے میڑھے راستوں سے گزرنا پڑا۔ ملن کی گھڑی مشکل تھی، پر ممکن ہوئی۔